Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقرر نصاب کے مطابق

غیر متبدل قوانینِ قرآن

غیر متبدل قوانین قرآن کیا ہیں؟

الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم-33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (العلق:۵)

"انسان کو ان چیزوں کا علم دیا جن کو وہ نہ جانتا تھا۔"

یہ تمام چیزیں کائنات سے متعلق ہیں جس میں حقیقتِ انسان بھی شامل ہے۔ تمام چیزوں کا منبع یہ کائنات کس طرح کام کرتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ایک سلسلۂ قوانین ہے اس کے سوا کچھ اور نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہ قوانین اسی کے خلق و امر سے وجود میں آئے ہیں جس کے تحت وہ کائنات میں تمام امور اور طبقات کی تدبیر کرتا ہے۔

خلق اور امر کا فرق

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ (الاعراف:۵۴)

"یاد رکھو! اسی کے لیے ہی پیدا کرنا ہے اور اسی کے لیے ہی حکم دینا ہے۔"

جس طرح مکان بنانے والے انجنیئر کا پہلے اس کا نقشہ اس کے ذہن میں ہوتا ہے اور نقشہ ذہن میں آنے سے بھی پہلے اس کا ارادہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔ دوسرا مرحلہ مکان ایک تیار اور محسوس شکل میں سامنے آتا ہے۔ یہ دونوں مراحل مکان کے تعمیر کی مسلسل کڑیاں ہیں۔ قرآن حکیم نے ان دونوں مراحل کے اظہار کے لیے امر اور خلق کا لفظ اختیار کیا ہے۔ یعنی ہر شے اپنے ابتدائی مرحلہ سے آخری اسٹیج تک قانون کے مطابق وجود میں آجاتی ہے۔ لیکن امر کا مطلب کسی چیز کو اس طرح وجود میں لانا ہے کہ وہ پہلے سے موجود کسی چیز سے وجود میں نہیں لائی جاتی بلکہ تازہ ایجاد کی جاتی ہے۔ اور خلق کی تعریف یہ ہے کہ

ایک چیز کا دوسری چیز سے علت و معلول اور طبعی قوانین کے تحت زمان اور مکان کے اندر پیدا ہونا ”خلق“ ہے۔ ہم قرآن حکیم میں دیکھتے ہیں خلق جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہاں مِنۡ کا استعمال ہوا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَ اللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ ۚ (النور:۴۵)

”اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔“

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ (الرحمٰن:۱۴)

”اللہ نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔“

معاملات امر میں لفظ مِنۡ (سے) کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو ”امر“ سے بناتا ہے وہ ”ابداع“ ہوتی ہے۔ اسے وہ بنی بنائی چیز سے وجود میں نہیں لاتا بلکہ لفظ ”کُن“ (ہو جا) کہتا ہے تو وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔

جن امور کا تعلق عالمِ امر سے ہے اس میں اللہ تعالیٰ ارادہ کارفرما ہوتا ہے۔ اس کے لیے قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ: اِنَّ اللّٰہَ یَفۡعَلُ مَا یُرِیۡدُ ﴿۱۴﴾ (الحج:۱۴) ”وہ اپنے اختیار و ارادہ کے مطابق جیسا چاہتا ہے کرتا ہے۔“ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ ﴿۱﴾ (المائدہ:۱) ”وہ اپنی مرضی کے مطابق جس قسم کا چاہے فیصلہ کرتا ہے۔“ تخلیق کے اولین مرحلہ کے متعلق جس میں کائنات کو کسی سابقہ تخلیق کے بغیر عدم سے وجود میں لایا گیا تو کہا کہ:

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۱۱۷﴾ (البقرہ:۱۱۷)

”اس نے کائنات (ارض و سما) کو پہلی بار پیدا کیا۔ وہ جب کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے لیے فقط اتنا کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔“ اس طرح وہ کائنات کو عدم سے وجود میں لایا ہے۔ یہاں اللہ کو بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ کہا گیا ہے۔ دوسری جگہ اسے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ کہہ کر پکارا گیا ہے۔ یہ سب آغاز کے امر سے ہے۔ یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ جو

بھی چیز امری فعل کے نتیجہ میں ایجاد ہوتی ہے وہ فوراً قدروں (قوانین) کے سلسلے سے جڑ جاتی ہے۔ جو بھی چیزیں جس قانون کے مطابق متحرک اور نتیجہ خیز ہونی چاہییں اللہ تعالیٰ ان کے لیے وہی قانون بنا دیتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی مشیت کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات کے کلّی پروگرام کے پیشِ نظر جس قسم کا قانون مناسب سمجھا، بنا دیا۔ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ (المرسلٰت: ۲۳) ''یہ پیمانے (قوانین) ہم نے مقرر کئے ہیں۔ ہم بہترین پیمانے مقرر کرنے والے ہیں۔'' وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ (الرعد: ۸) ''اللہ کے ہاں ہر شے کے لیے پیمانے مقرر ہیں۔''

قانون کی تشریح

قرآن حکیم میں ''قانون'' کا لفظ نہیں آیا۔ اس زمانے کے عربی لٹریچر میں بھی یہ لفظ ان معانی میں بہت کم نظر آتا ہے۔ اس کے بجائے قرآن حکیم میں ایک اور لفظ استعمال ہوا ہے جو اپنی جامعیت کے اعتبار سے قانون سے بھی زیادہ ہمہ گیر ہے۔ وہ ہے قدر۔ اس مادہ کے بنیادی معنی ہیں اندازہ یا پیمانہ اور تقدیر کے معنی ہیں کسی چیز کا پیمانے یا اندازے کے مطابق فِٹ ہو جانا اور مِقْدَارٌ اس پیمانے یا ماڈل کو کہتے ہیں جس کے مطابق کوئی چیز بنائی جائے۔ عالم امر میں جو ہر فیصلہ اور ہر کام اللہ تعالیٰ کے اختیار مطلق اور ارادۂ کامل کے ماتحت سرانجام پاتا ہے قرآن حکیم نے اسے وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾ (الاحزاب: ۳۸) کہا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا امر پیمانوں میں ڈھلا ہوا ہے، وہ مقرر اندازوں کا پابند ہے۔ قرآن حکیم نے اس کے لیے یہ بھی کہا کہ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾ (الطلاق: ۳) ''اللہ نے ہر چیز کا ایک پیمانہ مقرر کر دیا۔'' چیزوں کا یہ پیمانہ اور اندازہ مقرر ہونا ان چیزوں کے قوانین ہیں۔ آگ حرارت پہنچائے گی۔ پانی نشیب کی طرف بہے گا اور وہ حیات بخش ہو گا، وہ درجہ انجماد پر جم کر ٹھوس بن جائے گا۔ گرم کرنے پر بھاپ بن جائے گا۔ سنکھیا ہلاکت آفریں ہو گا، شہد

شیریں ہو گی اور نمک کو نمکینی حاصل ہو گی۔ پھل کچھ جلدی فصل دیں گے اور کچھ دیر سے۔ سمندر سے اٹھنے والے بخارات اوپر جاکر بادل بنیں گے، خاص درجے کی ٹھنڈک ملنے پر وہ برسنا شروع ہو جائیں گے وغیرہ۔ ان چیزوں کو ہم قوانین فطرت کہتے ہیں۔ یہی ہیں وہ قوانین جو اللہ تعالیٰ نے اشیائے کائنات کے لیے مقرر کر دیے ہیں جس میں وہ اشیاء وجود میں آتیں ہیں، بڑھتی، پھولتیں ہیں، اپنا کام کرتی ہیں، نتیجہ دیتی ہیں اور اس کے بعد معدوم ہو جاتی ہیں یا کوئی دوسری ہیئت اختیار کر لیتی ہیں۔

قرآن حکیم نے تمام اشیائے کائنات کے متعلق کہا ہے کہ ہم نے ہر شے کو ایک خاص پیمانے کے مطابق پیدا کیا:

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ (القمر:۴۹)

"ہم نے ہر شے کو ایک خاص پیمانے کے مطابق پیدا کیا ہے۔"

فَقَدَّرَهُۥ تَقْدِيرًا ﴿٢﴾ (الفرقان:۲)

"اس نے ہر شے کو پیدا کیا اور اس کے لیے اندازہ اور پیمانہ مقرر کیا۔"

لفظ "تَقْدِيرًا" باب تفعیل کا مصدر ہے یعنی پلاننگ۔ پلاننگ کے ظہور میں آنے کی کیفیت اور نتائج کا نام تقدیر ہے۔

الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٢﴾ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ﴿٣﴾ (الاعلیٰ:۲-۳)

"اللہ نے ہر شے کی تخلیق کا آغاز کیا پھر اس کا تناسب قائم کیا پھر اس کے لیے ضروری پیمانے (قوانین) مقرر کیے تاکہ اس امر کی رہنمائی میں اپنی نشو و نما کرے۔"

قرآن حکیم نے ان قوانین فطرت کو آفاق میں عمل پذیر ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

وَاللَّهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ (المزمل:۲۰)

"اللہ نے دن اور رات کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔"

اسی طرح سورج چاند کے متعلق کہا:

وَ الشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّہَا ؕ (یٰسٓ:۳۸)

''سورج (نظام شمسی) بھی اپنے مستقر کی طرف رواں دواں چلا جا رہا ہے۔''

وَّ قَدَّرَہٗ مَنَازِلَ (یونس:۵)

''اللہ نے اس (چاند) کی منازل مقرر کر رکھی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان قوانین فطرت کو عالم امر میں ہی متعین کر لیا تھا۔ اب یہ اشیاء و اجزاء میں موجزن ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی قدرت اور کتاب میں موجود ہیں جن کا مؤطن لوح محفوظ ہے۔

امر چونکہ بعض مقامات پر حکم یا فیصلہ کے معنوں میں بھی آیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ایسا تھا، اس کا حکم ایسا تھا۔ اس نے یہ قانون اپنے فیصلہ سے بنایا ہے جس کا اسے کلّی اختیار حاصل ہے۔ لیکن اس کے بنائے ہوئے تمام قوانین فطرت اور تخلیق کے قوانین اس طرح موافق ہیں کہ آج کائنات کی سائنسی تحقیقات کے عروج پر پہنچ کر اس کے قوانین کا مشاہدہ کرنے والے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ قوانین کمال کارسازی کا شاہکار ہیں اور ایک ڈسپلن والے دماغ کے اس طرح بنائے ہوئے ہیں جس طرح ہونے چاہییں۔

قوانینِ الٰہی مادہ، حیات اور انسانی اقدار میں کار فرما ہیں

کائنات میں سب سے پہلے مادہ وجود میں آیا۔ جب مادہ مکمل ہوا تو حیوان کا ظہور ہوا۔ اور جب تکمیلی عمل میں تسویہ اور نفخ روح ہوا تو جسمِ حیوانی مکمل ہوا۔ اس طرح تراشیدہ اور بصیرت و ادراک سے معمور انسان سامنے آیا۔ تسویہ نے اس کے ظاہر کو سنوارا اور نفخ روح نے ان کے باطن کو منوّر کیا۔ لہٰذا یہ تینوں طبقے انسان میں موجود ہیں۔ انسان مادہ بھی ہے،

حیوان بھی ہے اور انسان بھی ہے۔ اس کی مادی نوعیت نباتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون ان تینوں میں موجود ہیں اور اپنا اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ مادہ مادی قوانین کا پابند ہے۔ حیوان مادی قوانین کے علاوہ حیوانی یا حیاتیاتی قوانین کا بھی پابند ہے۔ اور انسان مادی اور حیاتیاتی قوانین کے علاوہ انسانی یا نفسیاتی قوانین کا بھی پابند ہے۔ سورۃ السجدہ میں بتایا گیا ہے کہ

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۵ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۶ الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝۸ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹

(سورۃ السجدہ:۹-۵)

”وہ آسمان سے لیکر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر ہر کام ایک دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے حساب سے ایک ہزار سال ہے اس کے حضور پہنچ جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو محسوسات اور غیر محسوسات کو جاننے والا ہے، طاقت والا اور رحمت والا ہے۔ جس نے جو چیز بنائی وہ حسن و خوبی سے بنائی۔ یہ اس کی حکمت و قدرت ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کے توالد و تناسل کا سلسلہ خون کے خلاصے سے جو پانی کا ایک حقیر سا قطرہ ہوتا ہے، قائم کر دیا۔ پھر اس کی تمام قوتوں کی درستگی کی اور اپنی روح میں سے ایک قوت پھونک دی۔“

یہاں واضح ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے (مادہ) توالد و تناسل خون کے خلاصے سے (حیاتیات) اور پھر نفخ روح (انسانیات) تینوں درجوں میں اس کے لیے اپنے قوانین ہیں۔

کائنات کے ان تین تخلیقی طبقوں کے مقابلے میں علم کے بھی صرف تین طبقے ہیں۔

مادی طبقہ کے قوانین کو علم طبعیات کہتے ہیں۔ حیوانی طبقے کے قوانین کو علمِ حیاتیات کہتے ہیں۔ اور انسانی طبقے کے قوانین کو علم نفسیات کہتے ہیں۔

طبیعی کائنات میں قانون علت و معلول (Cause and Effect) کے تحت کام کرتا ہے یہ اس کا اساسی اصول ہے لیکن اس کے ساتھ دوسرا اساسی اصول بھی کام کرتا ہے جس کو قانون وحدت کائنات (Uniformity of Nature) کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ قانون علت و معلول ساری کائنات میں یکساں طور پر کار فرما رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے یہ تمام قوانین غیر متبدل ہیں۔

فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ (فاطر:۴۳)

”تم اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔“

وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا ﴿۴۳﴾ (فاطر:۴۳)

”تم اللہ کے قانون میں کوئی تغیّر نہیں دیکھو گے۔“

مَا يُبَدَّلُ الۡقَوۡلُ لَدَىَّ (ق:۲۹)

”میں اپنی بات کو نہیں بدلا کرتا۔“

مَا تَرٰى فِىۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ (الملک:۳)

”تو اللہ کی مخلوق میں کہیں کوئی ناہموارگی نہیں پائے گا۔“

قوانین فطرت کو جاننے کا خدائی بندوبست

مادہ، حیاتیات اور انسانیات کے بہت سارے حقائق جاننا اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی انسان کے ذہنی قویٰ کے سپرد کر دیا ہے۔ اور اسے انجام دینے کے لیے انسان کے دل کے اندر ذوق دریافت اور طلب علم کی ایک زبردست خواہش پیدا کر دی ہے۔ چنانچہ اس ذوق یا طلب سے مجبور ہو کر انسان کے ذہنی قویٰ صدیوں سے ان حقائق کی جزئیات اور تفصیلات دریافت

کرنے میں مصرف ہیں اور اس میں ان کو آج تک کامیابیاں بھی ہو چکی ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے وحی کی تعلیم میں مادہ، حیات اور انسانی اقدار کے بنیادی قوانین اور آثار کی طرف انسانی کی توجہ مبذول کرائی ہے جو اس کی ہدایت و سعادت کا ذریعہ بن سکے۔

طبیعی قوانین کی مثال

طبیعی قوانین میں اس عمل کا نتیجہ خود عمل کے اندر موجود ہوتا ہے، کہیں خارج سے وارد نہیں ہوتا۔ آگ کا کام جلانا ہے۔ اب جو بھی اس میں انگلی ڈالے گا اس کی انگلی جلے گی۔ یہ جلانے کا کام اس کے اندر موجود ہے۔ بارش کیوں برستی ہے اور رات دن کیوں ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ سورج اور چاند کی ظاہری حرکت کی اصلیت کیا ہے اور وہ کس طرح سے ممکن ہوتی ہے؟ ان کی تشریح علمِ طبعیات کے دائرے میں آتی ہے۔ قرآن حکیم طبعیات کے قوانین کی کتاب نہیں ہے۔ وہ قدرت کے سب سے بڑے قانون کے ماتحت بعض بڑے بڑے قوانین کی اطلاع دیتا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتاتا کہ ان قوانین کے اندر اور کون کون سے قوانین کام کرتے ہیں۔ یا ان بڑے بڑے قوانین کا عمل اور کن کن قوانین کی حرکت میں آنے سے ممکن ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے:

یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ (لقمٰن:۳۴)

"اللہ بارش برساتا ہے۔"

لیکن ان قوانین کا ذکر نہیں کرتا جو بارش برسنے کا سبب بنتے ہیں۔ وہ بارش کے امکانات کا ذکر تو کرتا ہے لیکن ان کی باریک تفصیلات اور جزئیات کو نہیں بتاتا بلکہ ان کو انسانوں کی اپنی فطرت کی وجدانی شہادت اور ان کی اپنی علمی ترقی پر منحصر رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ (یٰسٓ:۴۰)

"نہ سورج کے لیے ضروری ہے کہ چاند کو پائے اور نہ رات دن کے آگے آتی ہے۔"

لیکن قرآن اس تفصیل میں نہیں جاتا سورج اور چاند کی حرکت جسے ہم دیکھتے ہیں، کیا اصلیت رکھتی ہے اور کس طرح سے ممکن ہوتی ہے۔ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا آنا کس طرح ممکن ہوتا ہے؟

وَ السَّمَآءَ بَنَیۡنٰهَا بِاَیۡىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ ﴿۴۷﴾ (ذٰریٰت:۴۷)

"آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا ہے اور ہم اسے مسلسل توسیع دے رہے ہیں۔"

قرآن حکیم نے کائنات کے پھیلاؤ کی بات انسان کے سامنے رکھ دی لیکن یہ اس کا موضوع نہیں ہے کہ کیا یہ مادے کا پھیلاؤ ہے؟ اس پھیلاؤ کی شکل کیا ہے اور یہ پھیلاؤ کہاں جا کر رکے گا؟

حیاتیاتی قوانین کی مثال

حیاتیاتی قوانین توالد و تناسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنیاتی مادے کے توارث کا تعلق یا تو جسم کی نشو و نما سے ہے جو مادی یا نباتی روح سے مربوط ہے یا جبلتوں سے ہے جو حیوانی روح سے مربوط ہیں۔ قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ:

وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ۗ

(المؤمنون: ۱۴-۱۲)

"ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔ پھر اسے ایک نطفہ کی صورت میں ٹھہرا دیا۔ پھر نطفہ کو ایک جونک بنایا اور جونک کو گوشت کا لوتھڑا اور لوتھڑے کو ہڈیاں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا۔"

لیکن وہ یہ نہیں بتاتا کہ مٹی سے انسان کی تخلیق کن کن مراحل سے گذری ہے، یا ماں کے پیٹ میں جنین کے ارتقا کی پوری تفصیلات کیا ہیں؟

مستقل اقدار کے انسانی قوانین کی مثال

یہ قوانین جن حقائق پر مشتمل ہیں ان کی تفصیلات کو بھی قوانین فطرت کے طور پر ماہرین نفسیات اپنی تحقیق کے دائرے میں لا چکے ہیں۔ وہ یہ بتا چکے ہیں کہ انسان اور حیوان کی فطرت کے امتیازات کیا ہیں؟ اور گمراہ انسان کس طرح حیوانات کی سطح پر آجاتا ہے بلکہ اس سطح سے بھی نیچے گر جاتا ہے؟ قرآن حکیم چونکہ دین فطرت کا نمائندہ ہے اس لیے اس نے مستقل اقدار کے ان قوانین کی ضروری رہنمائی کا تفصیل دے دیا ہے۔

انسان کی سعادت و کامیابی اور تزکیہ کے لیے قوانین تصریف آیات کے ساتھ پلٹا پلٹا کر بتائے ہیں۔

اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ (المائدہ:۸)

”عدل کی زندگی اختیار کرو یہ تقویٰ کے زیادہ سے زیادہ قریب ہے۔“

قرآن حکیم نے عدل کے قوانین اور طریقوں کو کئی آیات میں بیان کیا ہے:

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی ۙ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلۡیُسۡرٰی ؕ﴿۷﴾ (اللیل:۷-۵)

”جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور تقویٰ کی راہ اختیار کی اور (اللہ کی بتائی ہوئی) بھلی بات کی تصدیق کی تو اس کے لیے ہم آسانیوں کی راہ ہموار کر دیں گے۔“

اسی طرح قرآن حکیم انسان کی شقاوت و ناکامیوں اور نامرادی کے قوانین بھی تصریف آیات کے ساتھ بتائے ہیں:

وَ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیۡشَةً ضَنۡکًا (طٰہٰ:۱۲۴)

”جو میرے ذکر سے روگردانی کرے گا اس کی معیشت تنگ ہو جائے گی۔“

ان قوانین کا انسان کے لیے دوہرا نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ان کے مطابق عمل کرنے سے انسانوں کی تمدنی زندگی سنور جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ اس سے افراد کی ذات

(Personality) کی نشو و نما ہو جاتی ہے۔ قرآن حکیم نے ان قوانین کے تمدنی پہلو کو بھی نمایاں کیا ہے اور اس گوشہ کو بھی جس کا تعلق انسانی ذات سے ہے۔ مثلاً اس نے زنا کو مستقل اقدار کی خلاف ورزی کہا ہے تو ایک طرف اسے عدالتی جرم قرار دیتے ہوئے اس کی سزا تجویز کی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ اس سے انسانی ذات میں اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ انسانیت کے بڑے کام کرنے کا اہل نہیں رہتا۔

وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ یَلۡقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ (الفرقان:۶۸)

"جو کوئی یہ برا کام کرتا ہے وہ اپنے گناہوں کے وبال سے دوچار ہو گا۔"

قرآن حکیم کے بتائے ہوئے یہ قوانین قدرت کی خصوصیات ایک عظیم حقیقت کا اظہار ہیں جس پر تمام سائنسی تحقیقات کی عمارت استوار ہے۔ آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل یہ کہنا کہ "اللہ کے قانون میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی" خود مادہ، حیاتیات اور نفسیات میں انسانوں کے لیے ان غیر متبدل قوانین کی تلاش و تدبر کرنے کی رہنمائی تھی۔ دنیا میں جس قدر مادی اور حیاتیاتی ترقی ہوئی ہے اور سائنسی ایجادات ہوئی ہیں اور ہوتی چلی جا رہی ہیں وہ سب اس محکم اصول کی رہن منت ہیں کہ قوانین خداوندی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی۔

حکم اور قانون میں فرق

قرآن حکیم کو الکتٰب کہا گیا ہے۔ الکتاب کے بنیادی معنی بھی یہی ہے کہ قانون یا جو کچھ ازروئے قانون کسی پر واجب قرار دیا گیا ہو۔ مثلاً سورۃ النساء میں آیا ہے:

کِتٰبَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ ۚ (آیت:۲۴)

"حکم ہوا اللہ کا تم پر۔"

یہ حکم ان رشتوں کی فہرست دینے کے بعد ہوا ہے جن سے نکاح حرام ہے۔ قرآن

حکیم میں چونکہ معاشرتی مسائل میں بھی قانون کا لفظ نہیں آیا ہے اس کی جگہ حکم کا لفظ آیا ہے۔ حکم کے معنی فیصلہ کے ہوتے ہیں اور جو فیصلہ یا حکم مستقل اور غیر متبدل ہو تو اسے بھی قانون کہا جاتا ہے۔ تو اس بنیاد پر کِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ ۚ کے معنی ہونگے "یہ تمہارے لیے اللہ کا قانون ہے۔"

وَلَقَدۡ كَتَبۡنَا فِى الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّكۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾

(الانبیاء: ۱۰۵)

"ہم نے زبور میں یہ لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث وہ بندے ہونگے جن میں وراثت ارض کی صلاحیت ہوگی۔"

یہاں کتاب کے معنی بلکل واضح ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ زمین کی حکومت اس قوم کو ملے گی جو جہانبانی کی صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہو۔ دوسرے الفاظ میں قانون غیر متبدل فیصلے کو کہا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اشیائے کائنات کے متعلق جو فیصلے کیے ہیں یعنی ان کے پیمانے مقرر کیے ہیں وہ غیر متبدل ہیں۔ قوانین فطرت کا یہی غیر متبدل ہونا ہے جس پر سائنس کی رفیع و عظیم عمارت استوار ہے۔

غیر متبدل قانون خداوندی کے لیے قرآن حکیم میں دو الفاظ آئے ہیں۔ ایک کلمۃ اللہ اور دوسرے سنّت اللہ۔ کلمۃ قانون کی نظری حیثیت ہے جسے فارمولا کہا جاسکتا ہے اور سنّت اللہ اس فارمولا کی عملی شکل ہے۔ یعنی جب وہ نظری قانون، عملی پیکر اختیار کرے تو اسے سنّت اللہ سے تعبیر کیا جائے گا۔

قوانین کے اندر اور اوپر بھی قوانین ہیں

قدرت کا ایک کلیہ یہ ہے کہ ایک بڑے قانون کے اندر اور بہت سے قوانین پوشیدہ ہوتے ہیں۔ برسات کا برسنا ایک قانون ہے لیکن اس قانون کے عمل کے لیے بہت سے

قوانین قدرتی اسباب کے طور پر کام کرتے ہیں۔ پانی کی حرارت سے بخارات میں تبدیلی کا قانون، ہوا سے کم وزن والی گیسوں کا فضا میں اٹھنے کا قانون، زمین پر کشش ثقل سے اس کی نچلی سطح کے دباؤ بڑھنے کا قانون، ہوائیں سرد علاقوں سے گرم علاقوں کی طرف چلنے کا قانون وغیرہ اور اسی طرح کے کچھ اور قانون یہ سب برسات میں معاون چھوٹے قوانین ہیں۔ اور پھر بڑے قوانین ایک اس سے بھی بڑے قانون کے ماتحت کام کرتے ہیں اور اس کے عمل کے اسباب کی حیثیت کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ سب قوانین بالآخر ایک سب سے بڑے قانون کے ماتحت آجاتے ہیں جو سببِ اسباب یا قانونِ قوانین یا حقیقت کائنات کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بڑا قانون در حقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ بعض لوگ اسے اللہ کہتے ہیں، بعض قدرت، بعض شعور کائنات، بعض ہستئ مطلق اور بعض ذات واجب الوجود وغیرہ۔

خلقی قوانین کے اوپر قضا واذن کا قانون

جو قوانین اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں وہ غیر مبتدل ہیں۔ لیکن کیا اللہ تعالیٰ نے کائنات کو ان غیر متبدل قوانین اور قدروں کے ساتھ پیدا کر کے آٹو میٹک گھڑی کی طرح آزاد چھوڑ دیا ہے اور اس کے ساتھ اب اللہ تعالیٰ کا کوئی تعلق نہیں؟

کائنات چونکہ عین احتیاج ہے، اس لئے وہ جس طرح پیدائش میں محتاج تھی اس طرح وہ اس کی نشوونما اور توانائی کرنے والے کی محتاج ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے: وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ (الانعام: ۱۶۴) ”اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا رب ہے۔“ رب ہونے کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ اشیاء اس سے نشوونما پا رہی ہوں۔ چونکہ یہ بات ثابت الیقین ہے کہ کائنات اور اجزائے کائنات متغیر ہیں۔ زمین پر موجود پہاڑوں اور زمین میں مدفون اجزاء متغیر ہیں اور خود کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔ جس کو کائنات شناسوں نے The Expanding Universe کا نام

دیا ہے۔ اس کو مسلسل توانائی مل رہی ہے اور اس کی افزائش ہو رہی ہے۔ مرکز عالم سے ہر وقت انرجی اور مواد ایجاد ہوتا رہتا ہے اور اس کے اطراف میں جاتا رہتا ہے۔ مغرب کے کائنات شناسوں سے اس موضوع میں یہ غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے توسیع کائنات کے قانون کا خوب ادراک کیا مگر وہ کائنات کو غذا یا انرجی ملنے کے قانون سے غافل رہے۔ انہوں نے اس توسیع کو غبارے کے پھیلاؤ کی طرح سمجھا اور اس کا نام The Expanding Universe رکھا۔

جہاں تک انسان کا تعلق ہے تو انسان بھی کائنات کا جزو ہے۔ وہ عین احتیاج ہے، اس لیے نگہبانی کا محتاج ہے۔ انسان چونکہ صاحب ارادہ و اختیار مخلوق ہے تو اس کو قوانین حیات کے ساتھ مستقل اقدار عطا کی گئی ہیں۔ لیکن یہ قدر اور قدریں خود قضا کی پیداوار ہیں۔ اس لیے قدریں قضا کی محتاج ہوتی ہیں اور اس کے بغیر کام نہیں کر سکتیں۔ قضا سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا چاہنا یا اس کا فیصلہ۔ قضا اور اذن سے قدروں کا سسٹم مانیٹر ہوتا ہے۔ انسانوں کے ارادے جب بدل جاتے ہیں تو ہمیں ان ارادوں کے تبدیل ہونے میں بھی یہ اللہ تعالیٰ کی قضا و اذن کار فرما نظر آتی ہے۔ جب خرق عادت کوئی مشاہدہ ہوتا ہے تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا قضا اور اذن کا قانون موجود ہوتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ (الرعد:۳۹-۳۸)

”کسی رسول کو بھی یہ اختیار نہ تھا کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی معجزہ دکھاتا۔ ہر وہ امر جسے اللہ نے لکھ رکھا ہے اس کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے، اُمُّ الْکِتٰبِ اسی کے پاس ہے۔“ یہ آیت بتاتی ہے کہ معجزہ کے لیے اذن ضروری ہے۔ اذن شامل حال ہو تو قدروں کے نتائج کے اوپر کا قانون اِذن اپنا اثر

دکھائے گا۔

عِنۡدَہٗۤ اُمُّ الۡکِتٰبِ قانون اور قدروں کا متن عمومی تو اس کے پاس ہے لہٰذا وہ قضا اور اذن کے ذریعہ کچھ قدروں کی تاثیر کو بدل دیتا ہے۔ یہ اس کے ارادے پر منحصر ہے چاہے تو قدروں کے اثرات کو روک دے یا ان کی سمت بدل دے۔ لیکن یہ طئہ ہے کہ قدروں کے متن عمومی میں تبدیلی نہیں آتی، اس کی تاثیر بدلنے کا مافوق قانون عمل میں آتا ہے۔ آگ ابراہیم میں آگ کی تاثیر کو ٹھنڈا اسلامتی والا بنانا یہ اس کی مثال ہے۔

قوانین الٰہی ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں

قوانینِ کائنات کے باہمی ربط اور ضبط کا یہ پہلو نہایت اہم ہے کہ یہ قوانین ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ ایک قانون کے حرکت میں آنے سے اور بہت سے قوانین حرکت میں آتے ہیں۔ قوانین کائنات کے اندر یہ ربط جو انہیں ایک سلسلہ یا زنجیر کی شکل دیتا ہے، اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری تخلیق ایک ہی مدعا کے تحت ایک مسلسل فعل ہے جس کی صرف ایک ابتدا اور ایک انتہا ہے۔

اِنَّہٗ ہُوَ یُبۡدِئُ وَ یُعِیۡدُ ﴿ۚ۱۳﴾ (البروج:۱۳)

”وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔“

وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الۡمُنۡتَہٰی ﴿ۙ۴۲﴾ (النجم:۴۲)

”کائنات کی انتہا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔“

ابدی قوانین عالم کی یہی زنجیر ہے جسے قرآن حکیم میں لوح محفوظ کا نام دیا گیا ہے:

بَلۡ ہُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِیۡدٌ ﴿ۙ۲۱﴾ فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ ﴿۲۲﴾ (البروج:۲۲-۲۱)

”بلکہ یہ وہی قرآن ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔“

انسانوں کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ اسی لوح محفوظ سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ جب اسی

لوح محفوظ کی جھلک کسی سائنسدان پر پڑتی ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سائنس کا ایک نیا انکشاف کیا ہے۔ سائنس کا وہ انکشاف اپنے اندر قانون سمائے ہوتا ہے تب وہ سائنس کہلاتا ہے۔ لوح محفوظ کی یہ جھلک جب کسی نبی پر پڑتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر وحی نازل کی ہے اور وہ لوگوں کی ہدایت کے لیے مامور ہوا ہے۔ یہ ہدایت بھی اللہ تعالیٰ کے قوانین سے انسانوں کو آگاہ کرتی ہے۔ اس ہدایت کے قوانین ایسے ٹھوس ہوتے ہیں کہ ان کو غیر متبدل یا آیات محکمات کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات قوانین کا مصدر ہیں

ان قوانین کا مصدر اور مبدأ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ان کے عمل میں آنے سے کائنات کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور اپنے کمال کو پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے قوانین، اس کی رزاقیت کے قوانین، اس کی رحمت کے قوانین، اس کے بندوں کے ساتھ لطف و کرم کے قوانین، انحراف پر گرفت کے قوانین، اس کی جباریت کے قوانین مطلب تمام صفات کے قوانین کا ظہور ہو گا۔ در حقیقت انسان پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے غیر متبدل اور ناقابل تغیر قوانین کے ماتحت کرتا ہے۔ ورنہ انسان کے لیے کسی مقصد کی جستجو ممکن نہ ہوتی۔ نہ اس دنیا کے لیے اور نہ آخرت کے لیے اور انسان کی زندگی بیحد پریشان ہوتی۔ نیکوکاروں کو جزا کی امید رکھنے اور بدکاروں کو سزا کا خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہر عمل کی سزا اور جزا اس کے اندر رکھ دی گئی ہے۔ ایک قانون بنا دیا گیا ہے کہ انعام کس عمل کے لیے ملے گا اور سزا کس عمل کا نتیجہ ہو گی۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸ (الزلزال:۸-۷)

”جو شخص ذرہ بھر نیکی کرے گا اس کا انعام پائے گا اور جو شخص ذرہ بھر بدی کرے گا اس کی سزا بھگتے گا۔“

اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قانون میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جس سے بندوں پر ظلم کا امکان پیدا ہو کہ کبھی کوئی شخص نیکی کرے تو اسے سزا مل جائے اور کبھی کوئی برائی کرے تو اُسے انعام دے دیا جائے۔

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ (ق:۲۹)

"میں اپنی بات کو نہیں بدلا کرتا اور لوگوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔"

جو شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ وہ صحیح کہتا ہے۔ لیکن جو شخص کہتا ہے کہ اللہ اپنی غیر محدود قدرت اور اپنی آزادانہ خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کبھی کبھی اپنے بنائے ہوئے قوائد وضوابط کو نظر انداز بھی کر دیتا ہے یا کوئی کام ایسا بھی کرتا ہے جو اس کے طۂ شدہ قوائد کے ماتحت نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ پر اتہام لگاتا ہے۔ اوپر درج سورۃ ق کی آیت ۲۹ اس کی واضح تردید کرتی ہے۔

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے قوانین کی ترجمان کتاب ہے

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی آخری ابدی وحی کی ہدایت ہے اور اس کا خطاب پوری نوع انسانی سے ہے۔ اس بنیاد پر اس کتاب میں جو قوانین بیان کیے گئے ہیں وہ تمام انسانوں کی فلاح سے متعلق ہیں۔ اس کو فرقان کی حیثیت حاصل ہے اس لیے وہ سعادت و شقاوت، ہدایت وضلالت، ایمان وکفر، رفعت وپستی، عروج وزوال، عسر ویسر، خیر وشر، حلال وحرام، عزت وذلت، فلاح وتباہی اور ایسے دیگر کئی قوانین کو اور ان کے نتائج کو واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ اس کے بیان کردہ اصول اور قوانین عمومی نوعیت کے ہیں اور ہمیشہ ایک ہی طرح کے نتائج فراہم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ صمد وبے نیاز ہے وہ ستودہ صفات ہے لیکن اس کا اپنے مطلق اختیارات پر خود ہی پابندیاں عائد کرلینا ایک عظیم حقیقت کا مظہر ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے

اختیارات اور قوتوں کو ایک مطلق العنان ڈکٹیٹر کی طرح استعمال نہیں کرتا، بلکہ قاعدہ اور قانون کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ قاعدے اور قانون سے مطلب یہ ہے کہ کائنات میں جس قسم کے حالات کا تقاضا ہو، وہاں اسی قسم کی صفت خداوندی کا ظہور ہو جاتا ہے۔ خاص حالات میں اللہ تعالیٰ کی ایک خاص صفت کا ظہور ہوتا ہے، وہی صفت قانون خداوندی کہلاتی ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متبدل ہیں اس لیے قوانین خداوندی بھی غیر متبدل ہوتے ہیں۔

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ (یونس:٦٤)

”قانونِ خداوندی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔“

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ (فاطر:٤٣)

”تم قانون خداوندی میں تبدّل ہرگز نہیں دیکھو گے۔“ اسی عظیم حقیقت کا اعلان ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ نظام کائنات فطرت کی اندھی قوتوں سے نہیں چل رہا، بلکہ متعین اور غیر متبدل قوانین کے مطابق سرگرم عمل ہے۔ قرآن حکیم نے مطالعۂ فطرت اور مشاہدۂ کائنات پر بڑا زور دیا ہے۔ اسے وہ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ (الرعد: ٢) ”اپنے رب کے آمنے سامنے ہونے کا ذریعہ بتاتا ہے“ اس کے معنی یہ ہیں کہ مطالعۂ فطرت سے، وہ قوانین خداوندی بے نقاب ہو کر انسان کے سامنے آجاتے ہیں جن کا تعلق نظم کائنات سے ہے۔

مادہ، حیاتیات اور انسانی اقدار کے قوانین میں فرق

مادہ و حیاتیات میں اللہ تعالیٰ کے قوانین از خود جاری و ساری ہیں اور ہر شے ان کی پابندی پر مجبور ہے۔ اس میں سے کسی شے کو اس کا اختیار نہیں کہ وہ ان قوانین سے کسی قسم کی سرتابی کر سکے، وہ سب ان کے سامنے سربسجود ہیں۔

لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الحجر:١٣)

''کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے، سب قوانین خداوندی کے سامنے جھکا ہوا ہے۔''

لیکن انسان کو چونکہ ''ذات'' عطا ہوئی ہے اور اسے آزاد رائے کا حق حاصل ہے اس لیے انسان کو ان قوانین کی پابندی پر مجبور پیدا نہیں کیا گیا۔ اسے اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو اس کی پابندی کرے اور چاہے تو ان سے سرتابی اختیار کرلے۔

فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ ۙ (الکھف:۲۹)

''جو چاہے مانے، جو چاہے نہ مانے''

انسان جب خود کو حاصل اس اختیار سے از خود پابندی کرتا ہے تو قرآن حکیم نے اسے اطاعت سے تعبیر کیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی کام کو پوری رضامندی سے کرنا۔ اسی پابندی کے نتیجہ میں اس کی ذات کی نشوونما ہو جاتی ہے۔ اگر وہ ان قوانین کی پابندی نہیں کرے گا تو اس کی ذات دبی ہوئی رہ جائے گی۔ جس کو قرآن حکیم نے کہا ہے کہ

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا ۪ۙ﴿۹﴾ وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىہَا ﴿ؕ۱۰﴾ (الشمس:۱۰-۹)

''جس کی ذات کی نشوونما ہوگئی وہ کامیاب و کامران ہو گیا اور جس کی ذات دبی ہوئی رہ گئی وہ تباہ و برباد ہو گیا۔''

انسان کو حاصل آزاد رائے کے حق کی وجہ سے اس کو مستقل اقدار کے قوانین عطا کیے جاتے ہیں۔ یہ اقدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی صورت میں ملتی ہیں۔ جس طرح انسان کے طبیعی افعال کا نتیجہ طبیعی قوانین کے مطابق مرتب ہوتا ہے، اسی طرح اس کے انسانی اعمال کا نتیجہ مستقل اقدار کے قوانین کے مطابق نمودار ہوتا ہے۔ اسی عالمگیر قانون مکافات عمل کہا جاتا ہے۔